بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترک قراءۃ خلف الامام

جمع وترتیب

مولانا محمد رضوان عزیز صاحب حفظہ اللہ

مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مسؤول شعبہ

مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

Cell =0332-4000744=Ikrash313@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترک قراءت خلف الامام

مذہب اہل السنۃ والجماعۃ احناف:

مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورت فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت کی قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ نماز جہری ہو یا سری بلکہ اسے خاموش رہنے کا حکم ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج2 ص326،327، اللباب فی شرح الکتاب للمیدانی ج1 ص39)

مذہب غیر مقلدین:

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، بغیر سورت فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی اور اس کے بعد والی سورت پڑھنا منع ہے۔

(مجموعہ مقالات پر تحقیقی سلفی جائزہ از محمد رئیس ندوی: ص388، خیر الکلام فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام از حافظ گوندلوی: ص33، فتاوی علماء حدیث مرتبہ ابو الحسنات علی محمد سعید: ج3 ص112)

دلائل اہل السنۃ والجماعۃ

قرآن کریم

قال اللہ عزوجل: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الاعراف :204)

اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

قال أحمد: فالناس على أن هذا في الصلاة وعن سعيد بن الْمُسَيَّبِ و الحسن و إبراهيم و محمد بن كعب و الزهري أنها نزلت في شأن الصلاة وقال زيد بن أسلم و أبو العالية كانوا يقرأون خلف الإمام فنزلت : {وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ} وقال أحمد في رواية أبي داود : أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة ولأنه عام فيتناول بعمومه الصلاة۔

(المغنی لابن قدامۃ ج2 ص117، مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ ج22 ص150)

تفسیر نمبر1:

قَدْ اخرج الامام المحدث أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي م 458 ھ :أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيدا لصَّفَّارُ ، نا عبيد بن شَرِيكٍ ، نا ابن أبي مريم ، نا ابن لَهِيعَةَ ، عن عبد الله بن هُبَيْرَةَ ، عن عبد الله بن عباس ، « أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في الصلاة فقرأ أصحابه وراءه فخلطوا عليه فنزل (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) فهذه في المكتوبة » ثم قال ابن عباس : « وإن كنا لا نستمع لمن يقرأ إنا إذًا لأجفىٰ من الحمير »

تحقيق السند: اسناده حسن ورواته ثقات۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص109 رقم الحدیث:255)

اعتراض :

اس سند میں ایک راوی عبد اللہ بن لھیعہ ضعیف و مجروح ہے۔ لہذا یہ روایت حجت نہیں۔

جواب:

اولاً۔۔۔ امام عبد اللہ بن لھیعہ بن عقبہ بن فرحان م174ھ صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، وغیرہ کے راوی ہیں، یہ مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض حضرات نے اگرچہ ان پر کلام کیا ہے لیکن بہت سے ائمہ نے ان کو الحافظ، الامام الکبیر، عالم، محدث، العلا مۃ، محدث الد یار المصریۃ قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لم یکن بمصر مثل ابن لهیعة وکثرت حدیثه و ضبطه واتقانه

(العِبَر فی خبر مَنْ غَبَر للذھبی ج:1؛ص:135، تذکرۃ الحفاظ للذھبی؛ج:1ص:174، سیر اعلام النبلاء للذھبی ج:6؛ص284، التھذیب لابن حجر؛ج3ص631رقم الترجمہ4134، التقریب لابن حجر:ص353رقم الترجمہ3563)

محدثین کے ہاں جو راوی مختلف فیہ ہو اس کی روایات حسن درجہ کی ہوتی ہیں۔ (فتح المغیث للسخاوی: ج۳ص۳۵۹، قواعد فی علوم الحدیث: ص75)

لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ ایک حدیث کی سند نقل کرتے ہیں:

حدثنا قتيبة ثنا ابن لهيعة عن يزيد بن ابى حبيب عن ابى الخير عن عقبة بن عامر قال الخ

(جامع الترمذی؛ج1ص:288باب ماجاء مایحل من اموال اھل الذمۃ)

اس کے بعد فرماتے ہیں: " ھذا حدیث حسن " اور اس میں ابن لھیعۃ موجود ہے۔

اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کئی مقامات پر ابن لھیعۃ کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مثلاً

1: وعن جابر رضي الله عنه قال : أمر النبي صلى الله عليه و سلم سُحَيْمًا أَنْ يُؤَذِّنَ في الناس أن " لا يدخل الجنة إلا مؤمن "
رواه أحمد وفيه ابن لهيعة وإسناده حسن (ج1ص213)

2: وعن عبد الله بن الحارث أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : لوددت أن بيني وبين أهل نجران حجابا من شدة ما كانوا يجادلونه ۔
رواه البزار والطبراني في الكبير وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن (ج1ص387)

3: وعن معاوية بن خديج قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول : غدوة في سبيل الله أو روحة خير من الدنيا وما فيها ۔
رواه أحمد والطبراني وفيه ابن لهيعة وهو حسن الحديث وبقية رجاله ثقات (ج3ص428)

ثانیاً۔۔۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحسن وهوفى الاحتجاج كالصحيح عند الجمهور

(اختصار فی علوم الحدیث لابن کثیر ص:39النوع الثانی)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح موقوفاً روایت مروی ہے جو اس کی موید ہے۔

أخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق المزكي ، أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عبدوس ، نا عثمان بن سعيد نا عبد الله بن صالح ، حدثني معاوية بن صالح ، عن علي بن أبي طلحة ، عن ابن عباس ، في قوله : « (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا) يعني في الصلاة المفروضة »

(کتاب القراءۃ للبیہقی؛ص88رقم الحدیث 222)

ایک مقام پر زبیر علی زئی غیر مقلد نے مرفوع ضعیف کو بوجہ موقوف صحیح کے حسن قرار دیا ہے (نور العینین لعلی زئی ص333) جبکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً ضعیف نہیں بلکہ حسن ہے تو یہ موقوف صحیح کی وجہ سے مزید قوی بن جائے گی۔ لہذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور ترک قراءت خلف الامام پر واضح دلیل ہے۔

تفسیر نمبر2:

قد روى الامام الحافظ أبو محمد عبد الرحمن بن محمد أبي حاتم بن إدريس بن المنذر التميمي الحنظلي الرازي م 327 ھ: حدثنا يونس بن عبد الاعلى انبا ابن وهب ، ثنا أبو صخر عن محمد بن كعب القرظى : قال كان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إذا قرا في الصلاة اجابه من وراءه إذا قال بسم الله الرحمن الرحيم قالوا مثل ما يقول حتى تنقضي الفاتحة والسورة فلبث ما شاء الله ان يلبث ثم نزلت : وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ فَقَرَأَ وانْصَتُوا .

محمد رضوان عزیز

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج4ص259رقم9493)

اعتراض:

یہ روایت مرسل ہے کیونکہ محمد بن کعب القرظی (م40ھ) تابعی ہیں صحابی نہیں، اور مرسل حجت نہیں۔

جواب:

مرسل عند الجمہور حجت اور قابل قبول ہے۔

1: قال الامام أبو جعفر مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ م 310ھ: واجمع التابعون باسر هم على قبول المرسل ولم يات عنهم انكاره ولا عن احد من الائمة بعد هم الى راس الماتين (قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی: ص146، ص147)

2: قد قال الامام عبد الرحمن الشہیر بابن رجب الحنبلی م795ھ: قد استدل كثير من الفقهاء بالمرسل--- و حُكِيَ الاحتجاج بالمرسل عن اهل الكوفة وعن اهل العراق جملةً و حكاه الحاكم عن ابراهيم النخعی و حماد بن ابی سليمان وابی حنيفة و صاحبيه(شرح علل الترمذی لابن رجب ص244)

3: وقال الامام المحدث ظفر احمد العثمانی م1394ھ : اما الاجماع فهوان الصحابة والتابعين اجمعوا على قبول المراسيل من العدل (قواعد فی علوم الحديث ص؛140)

نیز اس مرسل کی تائید حدیث ابن عباس متصل مرفوع سے بھی ہوتی ہے[جو پہلے تفسیر نمبر 1 کے تحت گزر چکی ہے]لہذا یہ مرسل حجت ہے

اعتراض:

غیر مقلد عبد الرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے کہ آیت "واذا قرء القرآن "مکی ہے اور امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا ہے۔ لہذا متقدم حکم سے متاخر حکم کے خلاف استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی روایات موجود ہیں جو مدینہ میں قراءۃ خلف الامام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (موطاامام مالک ص29)
اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 7ھ میں مسلمان ہوئے تھے(تلخیص الحبیر ص114)
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مدنی ہیں اور انہوں نے قراءۃ خلف الامام کا ذکر کیا ہے(تحقیق الکلام ج2ص28ملخصًا)

جواب:

یہ اعتراض در حقیقت کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اولاً:۔۔۔ آپ کا عمل قراءت خلف الامام پر اس وجہ سے ہے کہ اس کے راوی صحابہ مدنی ہیں تو پھر وہ کثیر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو موسی اشعری، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ثابت، رضی اللہ عنہم جو مدنی ہیں اور ان سے (اور خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی) ترک قراءۃ خلف الامام کی روایتیں مروی ہیں ان پر آپ کا عمل کیوں نہیں؟

ثانیاً:۔۔۔ سورہ اعراف مدنی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر ج4ص254 میں، اور نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی تفسیر فتح البیان ج3ص393 میں لکھتے ہیں کہ سورہ اعراف مدنی ہے۔ کیونکہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت یہود کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ یہود کا مرکز مدینہ طیبہ میں تھا نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔

نیز اس آیت کا شان نزول بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (مدنی صحابی) سے یہی مروی ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ پس

ترک قراءت خلف الامام کا حکم مدنی ہی ہے۔

ثالثاً۔۔ لیجیے ہم یہ بھی تصریح پیش کر دیتے ہیں کہ خاص یہی آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ایک روایت نقل کرتے ہیں :

أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ رحمه الله أنا عبد الرحمن بن الحسن القاضي ، نا إبراهيم بن الحسين ، نا آدم بن أبي إياس ، نا ورقاء ، عن ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عن مجاهد ، قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الصلاة فسمع قراءة فتى من الأنصار فنزل وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (کتاب القراءۃ للبیہقی؛ ص107 رقم الحدیث 248)

اس روایت میں ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قراءت فرمارہے تھے تو ایک انصاری نوجوان کی قراءت سنی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بات واضح ہے کہ انصار مدینہ منورہ ہی میں تھے۔

رابعاً۔۔ اگر آیت کو مکی بھی قرار دیا جائے تب بھی ہمارے مدعی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ کئی آیات ایسی ہیں جن کا نزول مکرر ہوا ہے یعنی جو مکہ و مدینہ دونوں میں نازل ہوئیں اور مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت مکہ و مدینہ دونوں میں نازل ہوئی، اس لیے کہ نماز جس طرح مدینہ میں مشروع تھی اسی طرح ابتداء اسلام میں مکہ میں بھی تو مشروع تھی۔ مکہ میں ترک قراءت کا مسئلہ سمجھانے کے لیے یہ آیت پہلی مرتبہ نازل ہوئی اور مدینہ میں یہی مسئلہ سمجھانے کے لیے دوبارہ نازل ہوئی [جیسا کہ مدنی صحابی سے مروی ہے]

احادیث مبارکہ

احادیث مرفوعہ:

دلیل نمبر 1:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا أبو أسامة حدثنا سعيد بن أبي عروبة ح وحدثنا أبو غسان المسمعي حدثنا معاذ بن هشام حدثنا أبي ح وحدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن سليمان التيمي كل هؤلاء عن قتادة في هذا الإسناد [عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي] بمثله [إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين] وفي حديث جرير عن سليمان عن قتادة من الزيادة وإذا قرأ فأنصتوا

[حاصل السند و المتن: حدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن سليمان التيمي عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صليت مع أبي موسى الأشعري صلاة ----- فقال أبو موسى أما تعلمون كيف تقولون في صلاتكم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين]

(صحیح مسلم ج1 ص174 باب التشہد فی الصلاۃ)

اعتراض نمبر 1:

اس کی سند ایک راوی سلیمان التیمی ہے جو کہ "مدلس" ہے اور مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

جواب 1:

امام سلیمان التیمی م 143ھ بخاری و مسلم کے ثقہ بالاجماع، حافظ، متقن اور ثبت راوی ہیں۔ ان کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ناقابل قبول

قرار دینا درست نہیں۔ چند وجوہ سے۔۔۔

اولاً: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین کے مدلس کی تدلیس عند المحدثین صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وہ دوسری جہت سے سماع پر محمول ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن ما كان فى الصحيحين عن المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى۔

(مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ج1ص18)

اور یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا تدلیس مضر نہیں۔

ثانیاً: امام سلیمان التیمی نے "حدثنا قتادة" کے الفاظ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دیکھیے۔۔۔

1: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي(سليمان التيمي) حَدَّثَنَا قَتَادَةُ۔۔۔ (السنن لابی داود؛ج1ص147باب التشہد)

2: حدثنا سليمان بن الأشعث السجستاني قال ثنا عاصم بن النضر قال ثنا المعتمر قال سمعت أبي (سليمان التيمي) قال ثنا قتادة۔۔۔ (صحیح ابی عوانہ ج؛1 ص؛360رقم الحدیث1339)

ثالثاً: عند الاحناف خیر القرون کی تدلیس صحتِ حدیث کے منافی نہیں۔(قواعد فی علوم الحدیث:ص138)

لہذا اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر2:

اس روایت میں "واذاقرءفانصتوا "کی زیادت سلیمان التیمی کے علاوہ کسی اور راوی سے مروی نہیں، لہذا یہ زیادتی شاذ ہے۔ پس یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

جواب:

یہ اعتراض بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: امام سلیمان التیمی بالاجماع ثقہ ہیں اور "وإذا قرأ فأنصتوا" کے بیان کرنے میں یہ جماعتِ ثقات کی مخالفت نہیں کر رہے بلکہ ایک زائد چیز کو بیان کر رہے ہیں جو کہ "شاذ" نہیں بلکہ "زیادۃ ثقہ" سے عبارت ہوتی ہے اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک زیادۃ ثقہ مقبول ہے۔

1: والزيادة مقبولة۔(صحیح البخاری ج1ص201باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری)

2:أن الزيادة من الثقة مقبولة(مستدرک علی الصحیحین للحاکم ج1ص307کتاب العلم)

لہذا امام سلیمان التیمی کا"واذاقرءفانصتوا"کی زیادت روایت کرنا ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے مقبول ہے، پس اعتراض باطل ہے۔

ثانیاً: "واذاقرءفانصتوا "کی زیادت بیان کرنے میں امام سلیمان التیمی منفرد نہیں بلکہ دیگر روات نے بھی ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ مثلاً

امام ابو عبیدہ الحداد:

روى الإمام أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الاسفرائني م316ھ :حدثنا سهل بن بحر الجنديسابوري قال ثنا عبد الله بن رشيد قال ثنا ابوعبيدة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إذا قرأ الإمام فأنصتوا وإذا قال: (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّين) فقولوا أمين)

(صحیح ابی عوانہ ج1ص360رقم1341بیان اجازۃ القراءۃ الخ،)

عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ:

حدثنا أبو حامد محمد بن هارون الحضرمي ثنا محمد بن يحيى القطعي ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن يونس

بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صلى بنا أبو موسى فقال أبو موسى : إن رسول الله صلى الله عليه و سلم كان يعلمنا إذا صلى بنا قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا۔

(سنن الدار قطنی ص217 رقم الحدیث 1235، السنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص155 باب من قال یترک المامون القراءۃ الخ)

لہذا شاذ ہونے والا یہ اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر3:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند میں دوسرا راوی "قتادہ" ہے جو کہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے، مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

جواب:

امام قتادہ بن دعامہ م 117ھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ ان کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ناقابل قبول قرار دینا درست نہیں۔ چند وجوہ سے۔۔۔

اولاً: اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحیحین کے مدلس کی تدلیس عند المحدثین صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وہ دوسری جہت سے سماع پر محمول ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن ما كان فی الصحيحين عن المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى۔

(مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ج1 ص18)

اور یہ روایت صحیح مسلم کی ہے، لہذا تدلیس مضر نہیں۔

ثانیاً: امام قتادہ بن دعامہ نے حدیث ابی موسی اشعری میں تحدیثاً سماع کی تصریح کی ہے۔ دیکھیے۔۔۔

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي غَلاَّبٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ « فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا»

(السنن لابی داود ج1 ص147 باب التشہد، صحیح ابی عوانہ ج1 ص360 رقم الحدیث 1339)

ثالثاً: امام قتادہ کا شمار ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی بھی کتاب میں صحت حدیث کے منافی نہیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

فمن المدلسين من دلس عن الثقات الذين هم في الثقة مثل المحدث أو فوقه أو دونه إلا أنهم لم يخرجوا من عداد الذين يقبل أخبارهم فمنهم من التابعين أبو سفيان طلحة بن نافع و قتادة بن دعامة وغيرهما۔

(معرفت علوم الحدیث للحاکم ص:103)

علامہ ابن حزم محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تدلیس کے صحیح ہیں اور ان کی تدلیس سے صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

منهم كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي إسحاق السبيعي وقتادة بن دعامة وعمرو بن دينار وسليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة۔

(الاحکام لابن حزم ج2، ص141،142 فصل من یلزم قبول نقلہ الاخبار)

لہذا حدیث ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ بالکل صحیح اور حجت ہے۔

فائدہ: زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ((صحیح))۔ (نصر الباری از علی زئی ص283)

حدیث نمبر2:

قد روى الامام أبو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجة القزويني م 273ھ:حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة . حدثنا أبو خالد الأحمر عن ابن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (إنما جعل الإمام ليؤتم به . فإذا كبر فكبروا . وإذا قرأ فأنصتوا . وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين

تحقيق السند: اسناده صحيح على شرط البخارى ومسلم

(سنن ابن ماجة: ص61 باب اذا قرء الامام فانصتوا، سنن النسائی ج1 ص146 باب تاویل قولہ عزوجل وذا قرء القران فاستمعوا لہ وانصتوا)

اعتراض:

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عجلان ہے جو کہ مدلس ہے اور یہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا، نیز ایک راوی ابوخالد الاحمر "فاذا قرء فانصتوا" کی زیادتی نقل کرنے میں منفرد ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

شق اول (تدلیس) کا جواب:

امام محمد بن عجلان المدنی م148ھ صحیح بخاری معلقاً، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ثقہ عند الجمہور، فقیہ، صدوق اور کثیر الحدیث ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج5، ص220،219) ان کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں، چند وجوہ سے۔۔۔

وجہ اول: امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کیا اور صرف ابوخالد الاحمر کے تفرد کا تذکرہ کیا ہے۔ محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کے ضعیف ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

قال البخاری :ولا يعرف هذا[فانصتوا]من صحيح حديث ابی خالد الاحمر (جزء القراءۃ للبخاری ص59 رقم 267)

قال ابوداود :وهذه الزيادة "واذا قرء فانصتوا" ليست بمحفوظة ،الوهم عندنا من ابی خالد۔

(سنن ابی داود ج1 ص96 باب الامام یصلی من قعود)

اگر محمد بن عجلان کی تدلیس صحت حدیث کے منافی ہوتی تو یہ حضرات اس کو ضرور ذکر فرماتے۔

وجہ ثانی: علامہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ م748ھ محمد بن عجلان کی متعدد معنعن روایتوں کی تصحیح کرتے ہیں، مثلاً

1:حدثنی ابن عجلان عن القعقاع ،(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1 ص43)

2:ثنا ابن عجلان عن سعيد المقبرى ،(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1 ص131، 185)

3:عن محمد بن عجلان عن سمی۔(تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1 ص352)

4:عن ابن عجلان عن عياض بن عبدالله (تعلیقات الذہبی فی التلخیص ج1 ص382)

شق ثالث (اختلاط) کا جواب:

جہاں تک اختلاط کے اعتراض کا تعلق ہے، تو یہ بھی چند وجوہ سے قابل التفات نہیں۔

وجہ اول:

اس لیے کہ اگرچہ بعض حضرات نے محمد بن عجلان کی ان روایات پر کچھ کلام کیا ہے جو بطریق سعید مقبری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہیں اور ان روایات کی وجہ سے ہی ان کے اختلاط کا قول کیا ہے۔ (کتاب العلل للترمذی ج2 ص716، تہذیب التہذیب ج5 ص742)

لیکن امام ابن حبان اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے اس کی پرزور تردید فرمائی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج5 ص742، میزان الاعتدال ج4 ص204)

بلکہ امام ابن حبان نے تو تصریح کی ہے:فهذا مما حمل عنه قديما قبل اختلاط صحيفته۔(تہذیب التہذیب ج5ص742)
کہ ابن عجلان عن سعید عن ابیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایات اس کے صحیفہ کے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اختلاط صحیفہ کا اعتراض سعید مقبری کے طریق پر تھا جس کا جواب ائمہ نے دیا۔لیکن ہماری پیش کردہ روایت تو سعید مقبری کے طریق سے نہیں بلکہ زید بن اسلم کے طریق سے ہے۔لہذا اعتراض باطل ہے۔

وجہ ثانی :

امام محمد بن عجلان المدنی کے دو متابع موجود ہیں:

1:خارجہ بن مصعب:

وَقَدْ رَوَاهُ خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ أَيْضًا يَعْنِى عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ.(السنن الکبری للبیہقی ج2ص157)

2: یحیی بن العلاء الرازی:

وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ الْعَلاَءِ الرَّازِىُّ كَمَا رَوَيَاهُ.(السنن الکبری للبیہقی ج2ص157)

وجہ ثالث:

امام نووی رحمہ اللہ مختلط راوی کے متعلق ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں :

وحكم المختلط أنه لا يُحتج بما روى عنه فى الاختلاط أو شك فى وقت تحمله، ويحتج بما روى عنه قبل الاختلاط، وما كان فى الصحيحين عنه محمول على الأخذ عنه قبل اختلاطه.(تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج1ص242)

ہماری پیش کردہ روایت ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان کے طریق سے ہے اور یہی طریق صحیح مسلم ج1ص216 پر موجود ہے۔جو دلیل ہے کہ ابن عجلان کی وہ روایات جو ابو الاحمر سے مروی ہیں، قبل الاختلاط مروی ہیں۔لہذا اعتراض باطل ہے۔

شق ثانی (تفرد)کا جواب:

اس روایت کے راوی ابو خالد الاحمر "فاذا قرء فانصتوا" کے جملے میں متفرد بھی ہوں تب بھی روایت قابل قبول ہے،اس لیے کہ ابو خالد الاحمر صحاح ستہ کے ثقہ بالاتفاق راوی ہیں۔(تہذیب التہذیب ج3ص20)

لہذا اصول حدیث کی رو سے ان کی زیادتی قابل قبول ہے(حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابو خالد الاحمر اس زیادتی کے نقل کرنے میں متفرد نہیں،بلکہ محمد بن سعد الانصاری الاشهلی جو ثقہ ہیں،وہ بھی اس زیادتی کو نقل فرماتے ہیں :

أخبرنا محمد بن عبد الله بن المبارك قال حدثنا محمد بن سعد الأنصاري قال حدثني محمد بن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : إنما الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا قال أبو عبد الرحمن كان المخرمي يقول هو ثقة يعني محمد بن سعد الأنصاري(سنن النسائی ج1ص146باب تاویلہ قولہ عزوجل وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ)

حدیث نمبر3:

اخرج الامام المحدث أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي م 458 ھ :أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ، أنا أبو بكر بن إسحاق الفقيه ، أنا أحمد بن بشر بن سعد المرثدي ، نا فضيل بن عبد الوهاب ، نا خالد يعني الطحان ، ح قال أبو عبد الله : وأخبرني أبو بكر بن عبد الله ، نا الحسن بن سفيان ، نا محمد بن خالد بن عبد الله الواسطي ، نا أبي ، عن عبد الرحمن بن إسحاق ، عن سعيد المقبري ، عن أبي هريرة ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف إمام »

تحقیق السند: اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص170،171رقم404)

اعتراض :

اصل روایت میں "إلا صلاة خلف إمام" کے الفاظ نہیں ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے علاء بن عبد الرحمن سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر نقل کیا ہے اور اس میں یہ جملہ مذکور نہیں۔(کتاب القراءۃ للبیہقی ص171)

لہذا یہ جملہ خالد الطحان کی خطا کی وجہ سے زائد ہو گیا ہے، جو کہ قابل حجت نہیں۔

جواب اول:

امام خالد الطحان صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔(تقریب لابن حجر:ج:1:ص:150)

ان کا "إلا صلاة خلف إمام" کے الفاظ نقل کرنا خطا نہیں بلکہ زیادتی ثقہ ہے اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ (حوالہ جات گزر چکے ہیں)

پس حدیث کا یہ جملہ قابل حجت ہے۔

جواب ثانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع حدیث "إلا صلاة خلف إمام" کے کئی مرفوع اور موقوف شواہد دیگر اسانید وکتب میں موجود ہیں۔ مثلاً۔۔۔

1: رواه الخلال بإسناده عن جابر أن النبي صلى الله عليه و سلم قال : [كل صلاة لا يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج إلا أن تكون وراء الإمام] وقد روي أيضا موقوفا عن جابر (المغنی لابن قدامہ:ج:2:ص:118 مسالۃ القراءۃ خلف الإمام)

2: عن جابر مرفوعاً۔۔(سنن الطحاوی:ج1،ص:159،الفوائد لابن مندہ:ج:2:ص:143)

3: عن جابر موقوفاً۔۔

(موطا امام مالک:ص:69،موطا امام محمد:ص:95،مسائل احمد بروایت عبد اللہ:ص78،سنن الترمذی:ج:1:ص:71،وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

لہذا ثابت ہوا کہ حدیث ابی ہریرہ میں " إلا صلاة خلف إمام" کے الفاظ صحیح و ثابت ہیں۔

حدیث نمبر4:

روی الامام ابو محمد یوسف بن یعقوب : عن ابیہ [ابی یوسف] عن ابی حنیفۃ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد اللیثی ابی الولیدعن جابر بن عبداللہ ان رجلا قرء خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر او العصر قال قال: فاوما الیہ رجل فنھاہ فابی فلما انصرف قال اتنھانی ان اقرءخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرنا ذالک حتی سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم

(مسند ابی حنیفہ بروایہ القاضی ابی یوسف ص23رقم الحدیث 113)

اعتراض:

یہ روایت مرفوع نہیں ہے، بلکہ موقوف ہے۔ صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی اسے موصولاً و مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ نیز حافظ ابن الھمام نے مسند

احمد بن منیع کے جس نسخہ سے یہ روایت نقل کی ہے (فتح القدیر: ج 1 ص 346) اس میں کاتب کی غلطی کی وجہ سے عبد اللہ بن شداد کے بعد عن جابر کا جملہ زیادہ ہو گیا ہے، حقیقۃً یہ روایت مرسل ہے۔

جواب شق اول:

یہ دعوی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی اسے موصولاً و مرفوعاً بیان کرتے ہیں، باطل ہے۔ اس لیے کہ امام سفیان ثوری اور امام شریک نے ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ : أَنبَأَنَا إِسْحَاقُ الأَزْرَقُ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشَرِيكٌ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ ، عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيه وسَلَّم : مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ .

وقال الامام البو صيرى صحيح على شرط الشيخين

(اتحاف الخیرہ المھرۃ للبوصیری ج:2، ص216 حدیث نمبر 1832، فتح القدیر لابن الھمام: ج:1: ص:346)

نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس روایت کو نقل کرنے والے بھی اس کو موصول ہی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا حديث رواه جماعة من أصحاب أبي حنيفة رحمه الله عنه موصولا۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص 333)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

هَكَذَا رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ مَوْصُولاً.(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 159)

لہذا اعتراض باطل ہے۔

جواب شق ثانی:

اس روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ صحیح اسانید میں موجود ہے، جیسا کہ امام احمد بن ابی بکر بوصیری م 840ھ اور امام ابن الہمام م 861ھ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے دور سے اب تک کسی مشہور محدث نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ لہذا محض تخمینہ و گمان سے محدثین پر یہ الزام کہاں درست ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔

احادیث موقوفہ

حدیث نمبر 1:

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه قال---أخبرني أشياخنا أن عليا قال من قرأ خلف الإمام فلا صلاة له قال [عبد الرزاق] وأخبرني موسى بن عقبة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم وأبو بكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الإمام۔

تحقيقى السند:؟؟؟

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 90، 91 رقم 2813 باب القراءۃ خلف الامام)

حدیث نمبر 2:

روى الامام الحافظ المحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي م235ھ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الأَصْبَهَانِيُّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بن الأصبهاني ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ : مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ.

تحقيق السند: اسناده صحيح ورواته ثقات

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 278 رقم الحدیث 3802 باب من کرہ القراءۃ خلف الامام)

حدیث نمبر3:

عبد الرزاق عن منصور عن أبي وائل قال جاء رجل إلى عبد الله فقال يا أبا عبد الرحمن أقرأ خلف الإمام قال أنصت للقرآن فإن في الصلاة شغلا وسيكفيك ذلك الإمام

تحقیق السند: اسناده صحیح علی شرط البخاری ومسلم

(مصنف عبد الرزاق ج2 ص89، 90 رقم 2806 باب القراءۃ خلف الامام)

اعتراض:

یہ اثر مطلق ہے اس میں فاتحہ کا بالخصوص ذکر نہیں۔

جواب:

مطلق کی نفی سے مقید کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے۔ لہذا جب قراءت کی نفی ہو گئی تو فاتحہ اور فاتحہ کے بعد والی سورۃ ہر دو کی نفی ہو گئی۔

حدیث نمبر4:

مَالِك عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ

تحقیق السند: اسناده صحیح علی شرط البخاری ومسلم

(موطا امام مالک ص66 باب ماجاء فی ام القران، موطا امام محمد ص95 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

حدیث نمبر5:

مَالِك عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ،كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ،قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ

تحقیق السند: اسناده صحیح علی شرط البخاری ومسلم

(موطا امام مالک ص68 باب ترک القراءہ خلف الامام، موطا امام محمد ص95 باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

اعتراض:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے تعارض ہے۔ جس میں انہوں نے امام کے پیچھے قراءت کی اجازت دی ہے۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنت کے زیادہ بڑے عالم تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر پر ترجیح ہو گی۔

جواب:

اگر تعارض کا یہی مفہوم ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں درجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت کے زیادہ عالم تھے، اس لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت سے منع فرمایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ترجیح ہو گی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب آگے آرہا ہے۔

حدیث نمبر6:

قال الامام الحافظ المحدث أبو محمد بدر الدين محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد العينى م855ھ: وذكر الشيخ الإمام عبد الله بن يعقوب الحارني السيذموني في كتاب (كشف الأسرار) عن عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه قال كان عشرة من أصحاب رسول الله ينهون عن القراءة خلف الإمام أشد النهي أبو بكر الصديق وعمر الفاروق وعثمان بن عفان وعلي بن أبي طالب وعبد الرحمن بن عوف وسعد ابن أبي وقاص وعبد الله بن مسعود وزيد بن ثابت وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهم (عمدۃ القاری للعینی ج4 ص449 باب وجوب القراءۃ للامام والماموم)

محمد رضوان عزیز

احادیث مقطوعہ

حدیث نمبر1:

عبد الرزاق عن معمر عن أبي إسحاق أن علقمة بن قيس قال وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام ملىء فوه قال أحسبه قال ترابا أو رضفا ۔
تحقيق السند: اسناده صحيح على شرط البخارى ومسلم۔

(مصنف عبد الرزاق ج2ص90رقم 2811باب القراءۃ خلف الامام، کتاب الحجۃ لمحمد ج1ص90باب القراءۃ خلف الامام، موطاامام محمد ص100 باب القرءۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

حدیث نمبر2:

روى الامام الحافظ المحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي م235ھ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ وَبَرَةَ ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، أَنَّهُ قَالَ : وَدِدْت أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا.
اسناده صحيح على شرط البخارى ومسلم۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج3ص279رقم 3810من کرہ الْقِرَاءَۃَ خَلْفَ الإِمَامِ.، مصنف عبد الرزاق ج2ص90رقم 2810باب القراءۃ خلف الإمام)

حدیث نمبر3:

روى الامام الحافظ المحدث أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي م235ھ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، عَنْ أَشْعَثَ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ عُمَارَةَ ، قَالَ : سَأَلْتُ ، لاَ أَدْرِي ، كَمْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ كُلُّهُمْ يَقُولُ : لاَ يُقْرَأُ خَلْفَ إِمَامٍ ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ.
تحقيق السند: اسناده حسن

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج3ص280رقم الحدیث3819من کرہ الْقِرَاءَۃَ خَلْفَ الإِمَامِ.،التعلیق الحسن للنیموی ص108)

جمہور کا موقف اور اجماع امت

1: روى الامام الحافظ المحدث أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني م 275ھ: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِىُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِىِّ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم انْصَرَفَ مِنْ صَلاَةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ « هَلْ قَرَأَ مَعِى أَحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا ». فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « إِنِّى أَقُولُ مَا لِى أُنَازَعُ الْقُرْآنَ ». قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم

(سنن ابی داود ج1ص127باب من کرہ القرءۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جہر الامام)

2: قال الامام الحافظ المحدث الفقيه ابو الحسن علي بن أبي بكر بن عبد الجليل المرغينانى م593ھ: ولنا قوله عليه الصلاة والسلام من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة وعليه إجماع الصحابة رضي الله عنهم۔

(الہدایۃ شرح البدایۃ ج1ص121،122فصل فی القراءۃ)

صاحب ہدایہ کے اس قول پر امام ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی م855ھ فرماتے ہیں:

قال صاحب (الهداية) من أصحابنا وعلى ترك القراءة خلف الإمام إجماع الصحابة فسماه إجماعا باعتبار اتفاق الأكثر ومثل هذا يسمى إجماعا عندنا۔

(عمدۃ القاری علی البخاری للعینی ج4ص449باب وجوب القراءۃ)

ائمہ مجتہدین اور ترک قراءۃ خلف الامام

1: **امام اعظم فی الفقہاء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی م150ھ:**

آپ جہری و سری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے۔

قال محمد رحمہ اللہ: لا قراءة خلف الامام فیما جھر فیہ ولا فیما لم یجھر بذ لک جاءت عامة الآثار و ھو قول ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی۔

(موطاامام محمد: ص96، 97باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، کتاب الحجۃ لمحمد ج1ص87باب القراءۃ خلف الامام)

2: امام سفیان الثوری م161ھ:

قال الثوری رحمہ اللہ: ولا یقرء الماموم خلف الامام شیئا لا الفاتحة و لا السورة۔

(فقہ سفیان ثوری ص562 تحت لفظ: صلاۃ، المغنی لابن قدامہ ج2ص118 مسئلہ نمبر183)

3: امام مالک بن انس المدنی م179ھ:

جہری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور سری نمازوں میں وجوب کے قائل نہیں تھے۔

وقال مالک: الامر عندنا انہ لا یقرء مع الامام فیما جھر فیہ الامام بالقراءة۔

(التمہید لابن عبد البر ج4ص439 تحت رقم الحدیث 236، موطاامام مالک ص68باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما جہر فیہ)

قال محمد عبد الرحمن المبارکفوری: وکذلک الامام مالک و الامام احمد لم یکونوا قائلین بوجوب قراءة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات۔

(تحفۃ الاحوذی ج2ص251باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام)

4: امام ابو یوسف یعقوب القاضی م182ھ:

آپ سری وجہری نمازوں میں قراءت خلف الامام کے قائل نہیں تھے۔

[ترک القراءة خلف الامام]و ھو قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالی۔

(سنن الطحاوی ج1ص159باب القراءۃ خلف الامام، فتح الملہم ج2ص20المسئلۃ الثانیۃ)

5: امام محمد بن الحسن الشیبانی م189ھ:

آپ جہری وسری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے۔

قال محمد رحمہ اللہ: لا قراءة خلف الامام فیما جھر فیہ ولا فیما لم یجھر بذ لک جاءت عامة الآثار۔

(موطاامام محمد ص97باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، سنن الطحاوی ج1ص159باب القراءۃ خلف الامام)

5: امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی م241ھ:

جہری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور سری نمازوں میں وجوب کے قائل نہ تھے۔

قال الامام عبد اللہ بن احمد بن حنبل: سمعت ابي سئل عن الرجل یصلي خلف الامام فلا یقرأ خلفه قال اعجب الي ان یقرا فإن لم یقرأ یجزئه۔

و قال ایضاً: سمعت ابي یقول اذا قرأ الامام فأنصت قلت فالرکعتین الاخریین اذا لم یسمع الامام یقرأ فقرأ ھو في نفسه قال نعم ان شاء قرأ وان شاء لم یقرأ۔

(مسائل احمد بروایۃ عبد اللہ ص78، المغنی ج2ص118)

ابواب محدثین اور ترک قراءۃ خلف الامام

ائمہ محدثین رحمہم اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے ہاں ناسخ ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ م676ھ اس قاعدہ کو یوں ذکر کرتے ہیں:

ذکر مسلم فی ھذاالباب الاحادیث الواردة بالوضوء مما مست النار ثم عقبھا بالاحادیث الواردة بترک الوضوء مما مست النار فکانہ یشیرالی ان الوضوء منسوخ وھذہ عادة مسلم وغیرہ من ائمة الحدیث یذکرون الاحادیث التی یرونھا منسوخة ثم یعقبونھا بالناسخ۔ (شرح مسلم للنووی ج1ص156 باب الوضوء مما مست النار)

محدثین کرام رحمہم اللہ تعالی نے قرءات کے مسئلہ میں بھی یہی اسلوب اختیار فرمایاہے کہ پہلے قراءت خلف الامام کی احادیث لائے ہیں اور بعد

میں ترک قراءت خلف الامام کی، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ قراءت خلف الامام منسوخ ہے۔

1: امام مالک بن انس المدنی م 179ھ نے پہلے "القراءة خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءة" اور بعد میں "ترک القراءة خلف الامام فیما جہر فیہ" کا باب باندھا ہے (موطا امام مالک؛ ص: 66، 68)

2:۔ امام محمد بن حسن الشیبانی م 189ھ نے پہلے اثبات قراءة کی احادیث کو اور بعد میں ترک قراءة کی احادیث کو بیان کیا۔
(موطا امام محمد: ص 94 تا ص 102 باب القراءة فی الصلوة خلف الامام)

3: امام عبد الرزاق بن الہمام م 211ھ نے پہلے قراءة خلف الامام کی احادیث اور بعد میں ترک کی احادیث کو ذکر کیا۔
(مصنف عبد الرزاق: ج 2 ص 82 الی ص 92 باب القراءة خلف الامام)

4: امام ابو بکر ابن ابی شیبہ م 235ھ نے پہلے "من رخص فی القراءة خلف الامام" کا باب باندھا اور بعد میں "من کرہ القراءة خلف الامام" کا باب باندھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج 3 ص 267، 273)

5: امام محمد بن اسمٰعیل البخاری م؛ 256ھ نے اپنے جزء "القراءة" میں پہلے قراءة خلف الامام کی احادیث کو ذکر کیا اور آخر میں ترک قراءة کی احادیث کو بیان کیا۔

6: امام ابن ماجہ القزوینی م 273ھ نے پہلے "باب القراءة خلف الامام" باندھا اور قراءة کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "باب اذا قرء الامام فانصتوا" باندھا اور ترک قراءت کی احادیث کو بیان کیا۔ (السنن لابن ماجہ؛ ج: 1 ص 60، 61)

7: امام ابو داود و سیلمان الاشعث م 275ھ نے پہلے "باب من رای القراءة اذا لم یجہر" باندھا اور قراءة کی احادیث کو ذکر کیا، پھر "باب من لم یر القراءة اذا لم یجھر" باندھا اور احادیث ترک کو بیان کیا۔ (السنن لابی داود؛ ج 1؛ ص 127)

8: امام ابو عیسی الترمذی م؛ 279ھ نے پہلے "باب ما جاء فی القراءة خلف الامام" باندھا اور قراءت کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں "باب ما جاء فی ترک القراءة خلف الامام اذا جهر بالقراءة" ترک کا باب اور احادیث کو بیان (السنن للترمذی؛ ج 1 ص 69، ص 71)

9: امام ابو عبد اللہ عبد الرحمن النسائی م 303ھ نے پہلے "ایجاب قراءة فاتحۃ الکتاب فی الصلوة" کا باب باندھا اور قراءت کرنے کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں" ترک القراءة خلف الامام فیما لم یجهر فیہ" اور" ترک القراءة خلف الامام فیما جهر بہ" کے ابواب باندھے اور احادیث ترک قراءت کو بیان فرمایا۔ (السنن للنسائی ج؛ 1 ص؛ 145، 146)

10: امام ابو جعفر الطحاوی م؛ 321ھ نے پہلے قراءت کی احادیث کو ذکر کیا، بعد میں ترک قراءت کی احادیث کو بیان کیا۔
(سنن الطحاوی؛ ج؛ 1 ص 157 تا 160 باب القراءة خلف الامام)

سوال:

منسوخ حکم پر تو عمل جائز نہیں، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء تو اس کے قائل گزرے ہیں۔ اس کا مطلب کہ وہ ایک ناجائز کام کرتے تھے۔

جواب:

اگر نسخ منصوص ہو تو اس پر عمل گناہ ہے اور اگر نسخ اجتہادی ہو تو مجتہد کے لیے گناہ نہیں بلکہ اجر واحد ہے، اور یہ نسخ بھی نسخ اجتہادی کی قسم میں سے ہے لہذا ان مجتہدین کے لیے گناہ نہیں۔

محمد رضوان عزیز

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

دلیل نمبر1:

قال تعا لیٰ: وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً(اعراف :205)

حضرت زید بن اسلم تابعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ہو تو سورۃ فاتحہ کی قراءۃ آہستہ کرے۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص:101 حدیث :257)

جواب اول:

اس آیت سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر استدلال کرنا باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ تفسیر صحیح حدیث، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن کعب القرظی کی صحیح تفسیر[جو کہ ما قبل میں گزر چکی ہیں] کے مخالف ہے۔ نیز اس آیت میں امام کا لفظ ہے نہ مقتدی کا۔ اسی طرح نہ قراءۃ کا اور نہ سورۃ فاتحہ کا۔ تو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر استدلال کیسے درست ہوا؟؟

جواب ثانی:

اس روایت کی سند یوں ہے:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنا أبو علي الحافظ نا أبو عمرو الحرشي نا الفضل بن محمد الشعراني نا إبراهيم بن حمزة نا عبد العزيز بن محمد قال : سمعت زيد بن أسلم الخ

اس سند میں ایک راوی فضل بن محمد شعرانی ہے۔ ائمہ نے ان پر جرح کی ہے:تکلموا فیہ، فرماہ بالکذب ،انہ کان غالیاً فی التشیع ۔

(میزان الاعتدال للذہبی ج:3:ص:346رقم:7194،المغنی فی الضعفاء للذہبی ج:2:ص:195رقم4940)

دوسرا راوی عبد العزیز بن محمد ہے۔ گو بعض نے انکو ثقہ کہا ہے، لیکن بہت سے ائمہ نے ان پر جرح بھی کی ہے۔ مثلاً:

اذا حدث من حفظہ یہم،لیس ھو بشئی ، اذا حد ث من حفظہ جاء ببواطیل ،لا یحتج بہ ،سئی الحفظ ، وربما قلب ، فر بما حدث من حفظہ الشئی فیخطی ، لیس با لقوی ، وکا ن یخطئی ، انہ کثیر الوہم فجعل یلحن لحناً منکراً ۔

(میزان الاعتدال للذہبی:ج:2:ص:490رقم الترجمۃ 5546، تہذیب لابن حجر:ج:3:ص:472،471رقم الترجمہ:4727)

لہذا یہ روایت ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں۔

دلیل نمبر2:

حدیث عبادہ بن صامت مر فو عاً :لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب (بخاری ومسلم)

اس حدیث کا عموم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہے، یا امام کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کا امام قراءت بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر کرے۔(نصر الباری از علی زئی غیر مقلد ص45، فاتحہ خلف امام از علی زئی غیر مقلد ص34)

لفظ من عام ہے جس میں امام، منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں۔(ابکار المنن ص120، تحقیق الکلام ج1ص 11)

جواب اول:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا : الحدیث اذا لم تجمع طر قہ لم تفہمہ والحدیث یفسر بعضہا بعضاً

(الجامع لاخلاق الراوی ص:370رقم1651)

اس اصول کے تحت ہم نے حدیث عبادہ کے مختلف طرق جمع کیے، جن میں یہ الفاظ آئے ہیں:

" لا صلوۃ لمن لم یقرء بفا تحۃ الکتا ب فصاعداً "(خلق افضل العباد للبخاری ص:67، صحیح مسلم ج:1:ص:169، سنن ابی داود:ج:1:ص:126)

نیز اس روایت کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔

1: عن ابی ہریرۃ مرفوعًا: لا صلوۃ الا بقرءاۃ فا تحۃ الکتاب فما زاد

(ابوداود:ج:1:ص:125 باب من ترک القرءاۃ فی صلوتہ، صحیح ابن حبان:ج:3:ص:141 رقم الحدیث 1788، کتاب القرءۃ للبیہقی:ص:14، 13 رقم الحدیث 26، 27، 28، 29)

2: عن ابی سعید الخدری مرفوعاً: امر نا ان نقرء بفا تحۃ الکتا ب وما تیسر

(ابوداود:ج:1:ص:125ء باب من ترک القرءاۃ فی صلوتہ، صحیح ابن حبان:ج؛3:ص:140 رقم الحدیث 1788، کتاب القرءۃ للبیہقی:ص:15 رقم الحدیث 32-35)

3: عن أبي سعيد مرفوعا: لا صلاة لمن لم يقرأ في كل ركعة بالحمد لله وسورة في فريضة أو غيرها

(سنن ابن ماجۃ ص 60 باب القراءۃ خلف الامام، کتاب القرءۃ للبیہقی:ص:16، رقم الحدیث 36، 37)

تمام طرق جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا مخاطب وہ شخص ہے جو دونوں سورتیں [یعنی سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت] پڑھتا ہے، مقتدی اس کا مخاطب نہیں۔ لہذا یہ روایت مقتدی پر وجوب قرءاۃ کی دلیل نہیں۔

جواب ثانی:

اولاً کلمہ "من " کے متعلق علماء اصول مثلاً امام سرخسی وغیرہ فرماتے ہیں:

وھی عبارۃ عن ذات من یعقل وھی تحتمل الخصوص والعموم

(اصول السرخسی:ج:1:ص:155 نور الانوار:ص:75 وص 81، شرح مواقف للجرجانی:ج:2:ص:458)

قرآن مجید میں بھی لفظ "من "کئی مقامات پر خصوص کے لیے آیا ہے۔ مثلاً--

1: قال عز وجل: وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ۔(الشوری:5)

اور دوسرے مقام پر تصریح فرمادی کہ فرشتے صرف مومنین کے لیے ہی دعا کرتے ہیں:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا الآیۃ۔(المومن:7)

معلوم ہوا کہ یہاں من یہاں عموم کے لیے نہیں بلکہ خصوص کے لیے ہے۔

2: قال عز وجل: أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (الملک:16، 17)

یہاں مَنْ ہے اور مراد صرف اللہ تعالی کی ذات ہے۔

اور اس حدیث میں لفظ "مَنْ "خصوص کے لیے ہے جیسا کہ مشہور محدث علامہ ابن عبد البر نے تصریح فرمائی ہے:

عن عبا دۃ رضی اللہ عنہ وھو محتمل للتاویل ---- خا ص وواقع علی من صلی وحدہ او کا ن اماماً۔

(التمہید لابن عبد البر:ج:4:ص:449، 448)

لہذا لفظ "مَنْ "کو عام سمجھ کر اس سے مقتدی کی قرءات ثابت کرنا باطل ہے۔

جواب ثالث:

اس حدیث کی مراد دیگر صحابہ وائمہ حضرات سے یہی منقول ہے کہ یہ حدیث منفرد کے لیے ہے۔ مثلاً--

1: قال جا بر بن عبد اللہ اذا کا ن وحدہ ۔{جامع الترمذی:ج:1:ص:71 باب ماجاء فی ترک قرءۃ خلف الامام}

2: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ یہ حکم اکیلے آدمی کیلئے ہے۔{موطا امام مالک بحوالہ احسن الکلام:ج:2:ص:39}

3:۔امام سفیان بن عیینہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں: لمن یصلی وحدہ

{تفسیر سفیان بن عیینہ: ص:202، ابو داود: ج:1: ص:126، التمہید لابن عبد البر المالکی: ج:4: ص:449}

4:قال امام احمد بن حنبل: اذا کا ن وحدہ ۔{ترمذی: ج:1:: ص71 باب ماجاء فی ترک قرءۃ خلف الامام}

5:امام ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں :کان وحدہ ۔{بذل المجھود الشیخ سہارنپوری: ج:2: ص:54 }

6:امام ابن عبد البر فرماتے ہیں : عن عبا دۃ رضی اللہ عنہ وھو محتمل للتاویل ---- خا ص وواقع علی من صلی وحدہ او کا ن اماماً ۔

(التمہید لابن عبد البر: ج:4: ص:449،448، الاستذکار: ج:1: ص:470}

7:قال الامام ابن قدا مہ المقدسی :فھو محمول علی غیر الماموم۔{المغنی لابن قدامہ: ج:1: ص:606}

8: شیخ محدیث سہارنپوری نے بھی اس کی مراد:اذا کا ن وحدہ بیان فرمائی ہے۔{بذل المجھود: ج:2: ص:52 }

9:امام اہل السنہ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس کی مراد اکیلا آدمی بیان کی ہے۔{احسن الکلام: ج:2: ص:40}

دلیل نمبر3:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلاثا غير تمام فقيل لأبي هريرة إنا نكون وراء الإمام فقال اقرأ بها في نفسك۔{صحيح مسلم وغيره }

جواب حصہ اول:

اس حدیث کے مرفوع حصہ میں "مقتدی" کے لفظ نہیں ہیں، اور ائمہ حضرات نے تصریح کی ہے:

و کذلک حدیث ابی ہریرۃ[فھو محمول علی غیر الماموم]۔(المغنی لابن قدامۃ ج2ص118)

کہ یہ حدیث مقتدی کے علاوہ پر محمول ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر مفسر روایات میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی خاموش رہے۔ مثلاً

1: عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (إنما جعل الإمام ليؤتم به . فإذا كبر فكبروا . وإذا قرأ فأنصتوا . وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين (سنن ابن ماجۃص146 باب اذا قرء الامام فانصتوا)

2: عن أبي هريرة ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف إمام »(کتاب القراءۃ للبیہقی ص 170، 171رقم404)

قاعدہ ہے کہ مبہم کے مقابلے میں مفسر حدیث کو دیکھا جائے گا۔

قال الامام البخا ری: والمفسر یقضی علی المبہم{ بخا ری :ج:1: ص:201 }

قال ابن حجر العسقلانی: لا یقبل الحدیث المبہم ۔{شرح نخبۃ الفکر :ص:98 }

لہذا یہ روایت قرءاۃ خلف الامام کی دلیل نہیں۔

جواب حصہ ثانی :

اولاً:---اس حدیث میں" اقرء بھا فی نفسک **"حضرت ابو ہریرہ کا موقوف قول ہے، جیسا کہ امام بخاری اور امام بیہقی رحمہا اللہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔**

فقلت[أبو السائب] : يا أبا هريرة : فإني أكون أحيانا وراء الإمام قال : فغمز ذراعي ثم قال : اقرأ بها يا فارسي في نفسك۔

(جزء القرءۃ مترجم للبخاری: ص:80)

فقال : يا فارسي - أو يا ابن الفارسي - اقرأ بها في نفسك(کتا ب القر ءۃ للبیہقی :ص:171 رقم 405)

اور غیر مقلدین کے نزدیک قول صحابی حجت نہیں۔(فتاوی نذیریہ:ج:1:ص:240،عرف الجادی:ص:28)

ثانیاً:---فی نفسک کا معنی قرآن وحدیث میں منفرد واکیلے کے لئے بھی آیا ہے۔مثلا---

1: قال عز وجل: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا(النساء:63)

قال الامام المفسر أبو الفضل محمود الألوسي البغدادى: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ أي قل لهم خاليا لا يكون معهم أحد

(روح المعانی ج5ص69)

قال الامام المفسر علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن: وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ إذا خلوت بهم قَوْلًا بَلِيغًا(تفسیر خازن ج1ص398)

قال الامام المفسر أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي الشاذلي الفاسي: { وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ } ، أي : خاليًا بهم { قَوْلًا بَلِيغًا } يبلغ إلى قلوبهم۔

(البحر المديد للفاسي ج2ص88)

2:حضرت ابوہریرہ سے حدیث قدسی مروی ہے:

فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ ۔

(صحیح البخاری:ج:2:ص:1101باب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ، صحیح مسلم:ج:2:ص:343باب فضل الذکر والدعاء والتقرب إلی اللہ تعالی)

لہذا حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں کا معنی "اکیلا و منفرد" ہے،یعنی حضرت ابوہریرہ نے اپنے شاگرد اَبو السائب کو فرمایا جب تم اکیلے ہو تو قرءاۃ کر لیا کرو۔اس معنی سے یہ حدیث دیگر تفاسیر و احادیث سے متعارض نہیں ہوتی۔اگر غیر مقلدین والا معنی مراد لیں تو ان میں باہم تعارض لازم آتا ہے۔پس اس روایت سے غیر مقلدین کا استدلال باطل ہے۔

ثالثاً--- اقرء بها فی نفسک کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ دل میں غور و فکر کر لیا کرو۔

دلیل نمبر4:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِى صَلاَةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ « لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ ». قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ «لاَ تَفْعَلُوا إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا».

(سنن ابی داود ج1ص126 باب مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ،جامع الترمذی ج1ص70باب ماجاء في القراءة خلف الإمام)

جواب نمبر1:

اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق بن یسار ہے،جو عند الجمہور ضعیف، مجروح، کذاب، دجال، شیعہ، معتزلی اور قدری تھا۔

(میزان الاعتدال للذہبی:ج:3:ص:152تا ص:458،تہذیب التہذیب لابن حجر ص:5:ص:28تا ص:32،تقریب التہذیب لابن حجر ج:2:ص:502)

نیز محمد بن اسحاق بن یسار مدلس بھی تھا۔(طبقات المدلسین:ص:132الطبقۃ الرابعہ،الفتح المبین لعلی زئی ص:72)

اور بتصریح علی زئی غیر مقلد مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے(نور العینین لعلی زئی ص:148)

لہذا یہ روایت ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

جواب نمبر2:

اس میں دوسرا راوی "مکحول" ہے۔بتصریح ائمہ یہ بھی مدلس ہے(طبقات المدلسین ص:113المرتبۃ الثالثہ،الفتح المبین لعلی زئی ص64)

نیز امام ابن سعد فرماتے ہیں: ضعفه جماعة (میزان الاعتدال ج4ص378)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: قلت: ھو صاحب تدلیس و قد رمی بالقدر۔(میزان الاعتدال ج4ص378)

پس روایت ضعیف ہے۔

جواب نمبر3:

اس کی ایک دوسری سند میں ایک راوی نافع بن محمود بن الربیع ہے، ان سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ کوئی روایت مروی نہیں۔ امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار تو کیا ہے لیکن ساتھ یہ تصریح بھی کر دی ہے: حدیثہ معلل۔(میزان الاعتدال للذہبی ج5ص7)

کہ اس کی حدیث معلول ہے۔

قال الطحاوی: لا یعرف فکیف یصح او یکون سندہ حسنا۔(الجوہر النقی علی البیہقی ج2ص165)

قال ابن عبد البر: نافع مجھول۔(تہذیب التہذیب ج6ص519)

قال ابن قدامۃ: فانہ غیر معروف(المغنی لابن قدامۃج2ص118)

قال ابن حجر: مستور من الثالثۃ(التقریب لابن حجر ص588)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ راوی مجھول ہے۔ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مجھول کی روایت سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔ چنانچہ مجھول کے متعلق امام نووی نے تصریح کی ہے: فالجمہور علی انہ لا یحتج بہ(مقدمہ مسلم للنووی ص:17)

امام بیہقی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ولم یکلفنا اللہ تعالی أن نأخذ دیننا عمن لا نعرفہ۔(کتا ب القر ءۃ للبیہقی :ص:395)

لہذا یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

جواب نمبر4:

یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں اس سے منع کر دیا گیا، جیسا کہ ہمارے دلائل میں محمد بن کعب القرظی کی تفسیر گزر چکی ہے۔

دلیل نمبر5:

حدثنا محمود قال : حدثنا البخاري قال : حدثنا يحيى بن يوسف ، قال : أنبأنا عبد الله ، عن أيوب ، عن أبي قلابة ، عن أنس ، رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى بأصحابه ، فلما قضى صلاته أقبل عليهم بوجهه ، فقال : « أتقرءون في صلاتكم والإمام يقرأ ؟ » فسكتوا فقالها ثلاث مرات ، فقال قائل أو قائلون : إنا لنفعل قال : « فلا تفعلوا وليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه »

(جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص؛182 رقم الحدیث 255، السنن الکبری للبیہقی: ج:2:ص:166، کتاب القرآءۃ للبیہقی: ص:57،58)

جواب اول:

اس کی سند میں ایک راوی ایوب سختیانی ہے اور یہ مدلس ہے۔(طبقات المدلسین لابن حجر ص:32، الفتح المبین لعلی زئی؛ص؛20)

اور مدلس کا عنعنہ غیر مقلدین کے نزدیک صحت حدیث کے منافی ہے(نور العینین ص:148)

لہذا یہ روایت ضعیف ہے، حجت نہیں۔

جواب ثانی :

اس کی سند میں ایک راوی ابو قلابہ ہے۔ یہ غضب کا مدلس تھا۔(طبقات المدلسین لابن حجر39، الفتح المبین لعلی زئی ص20)

قال العجلی: فیہ نصب یسیر(تقریب لابن حجر ص339) یعنی یہ ناصبی تھا حضرت علی کی توہین کرتا تھا۔

قال العلامۃ الذھبی: ثقہ فی نفسہ الا انہ یدلس عمن لحقھم و عمن لم یلحقھم و کان لہ صحف یحدث منھا و یدلس

(میزان الاعتدال للذھبی ج2،ص327)

اور بتصریح علی زئی غیر مقلد مدلس کا عنعنہ صحت کے منافی ہوتا ہے (نور العینین ص:148)

لہذا یہ روایت ضعیف و نا قابل حجت ہے۔

جواب ثالث:

اس کی سند میں اضطراب ہے۔ مثلاً۔۔

1:عن ابی قلابۃ عن انس--- (جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص:182 رقم الحدیث 255)

2:عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم---

(جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص:183 رقم الحدیث 256، السنن الکبری للبیہقی:ج:2:ص:166،)

3:عن أبي قلابة عن محمد بن أبي عائشة عن رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم

(سنن الدار قطنی ص223، السنن الکبری للبیہقی:ج:2:ص:166،)

4:عن أبي قلابة عن ابی ھریرۃ --- (سنن الدار قطنی ص223)

امام سیوطی فرماتے ہیں: الاضطراب یو جب الضعف (تدیب الراوی للسیوطی:ج:1:ص:223)

لہذا یہ روایت ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

دلیل نمبر6:

حدثنا محمود قال : حدثنا البخاري قال ، وقال لنا آدم : حدثنا شعبة ، حدثنا سفيان بن حسين ، سمعت الزهري ، عن ابن أبي رافع ، عن علي بن أبي طالب ، رضي الله عنه أنه كان يأمر ويحب أن يقرأ خلف الإمام في الظهر والعصر بفاتحة الكتاب ، وسورة سورة وفي الأخريين بفاتحة الكتاب۔

(جزء القراءۃ للبخاری مترجم ص67 رقم الحدیث 54، سنن الدار قطنی ص214 رقم الحدیث 1217، السنن الکبری للبیہقی ج2ص168)

جواب نمبر1:

اولاً۔۔۔ دلائل اہل السنت والجماعت احناف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ گزر چکا ہے کہ آپ قراءت خلف الامام سے منع فرماتے تھے۔

ثانیاً۔۔۔ اس اثر کی سند میں سفیان بن حسین ہے۔ ائمہ نے ان پر کلام کیا ہے۔ مثلاً۔۔

قال أحمد: ليس بذاك في الزهري.

وقال عثمان ابن سعيد: سألت يحيى عنه فقال: ثقة، وهو ضعيف الحديث عن الزهري.

وروى ابن أبي خيثمة، عن ابن معين: ثقة في غير الزهري

وقال عثمان بن أبي شيبة: ثقة، لكنه مضطرب في الحديث قليلا.

وقال ابن سعد: ثقة يخطئ في حديثه كثيرا.

وقال أبو حاتم: صالح الحديث يكتب حديثه، ولا يحتج به

وقال النسائي: ليس به بأس إلا في الزهري.

وقال ابن حبان: يروى عن الزهري المقلوبات

وقال ابن عدى: هو --- فی الزهري روى أشياء خالف الناس

قال ابن معين: لم يكن بالقوى.

(میزان الاعتدال ج2ص157)

محمد رضوان عزیز

قال ابن حجر:ثقة في غير الزهري

(تقریب التہذیب لابن حجر ص244)

اور یہ روایت بھی سفیان بن حسین عن الزہری کے طریق سے مروی ہے۔لہذا ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

جواب نمبر2:

اس روایت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت دونوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔لہذا یہ اثر فریق مخالف کے لیے سود مند نہیں۔

دلیل نمبر7:

وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ ، أنا أبو بكر بن إسحاق ، أنا عبد الله بن محمد ، نا عمرو بن زرارة ، نا إسماعيل ، عن ليث ، عن عبد الرحمن بن ثروان ، عن الهذيل بن شرحبيل ، عن ابن مسعود ، رضي الله عنه أنه « قرأ في العصر خلف الإمام في الركعتين الأوليين بأم القرآن وسورة » (کتاب القراءۃ للبیہقی ص196)

جواب1:

یہ اثر ضعیف ہے۔اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے۔اس پر ائمہ نے جرح کی ہے۔مثلاً۔۔

قال أحمد: مضطرب الحديث

وقال يحيى والنسائي: ضعيف.

وقال ابن حبان: اختلط في آخر عمره.

وقال ابن معين: ليث أضعف من عطاء بن السائب.

وقال مؤمل بن الفضل: سألت عيسى بن يونس عن ليث بن أبي سليم، فقال: قد رأيته وكان قد اختلط،

(میزان الاعتدال ج3ص413،414)

جواب نمبر2:

اس کی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن ثروان ہے۔اس پر امام احمد نے جرح کی ہے۔

قال عبدالله بن أحمد: سألت أبى عنه فقال: هو كذا وكذا - وحرك يده، وهو يخالف في أحاديث.

عن أحمد قال: لا يحتج به.

وقال أبو حاتم: لين.

(میزان الاعتدال ج2ص490)

پس اثر ضعیف ہے۔

جواب نمبر3:

یہ اثر خود غیر مقلدین کے عمل کے خلاف ہے۔اس لیے کہ اس میں ظہر عصر کی نماز کی تخصیص ہے اور وہ بھی صرف پہلی دو رکعتوں میں اور فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت کا بھی ذکر ہے۔

دلیل8:

عن يزيد بن شريک سالت عمر بن الخطاب ااقرء خلف الامام قال نعم قال ان قرات يا اميرالمومنين قال وان قراءت

{جزء القراۃ للبخاری ص65}

جواب نمبر 1:

دلائل احناف کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر گزر چکا ہے کہ وہ قراءت سے منع فرماتے تھے۔ اگر یہ پیش کردہ اثر صحیح بھی ہو جائے تب بھی غیر مقلدین کو سود مند نہیں۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر مختلف الفاظ سے کتب میں مذکور ہے۔ ان میں سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کے کسی حصہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ مثلاً۔۔

فاتحة الکتاب وشيئا{کتاب القراءة بیہقی ص620}

بفاتحة الکتاب ومعها{کتاب القراءة ص61،سنن الکبری ج2ص167}

بفاتحة الکتاب وشیئ معها{کتاب القراءة ص 61}

بفاتحة الکتاب ومعها شیئ{جامع المسانيد ج1ص346}

ظاہر بات کہ غیر مقلد صرف فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں، مازاد کے قائل نہیں۔ لہذا یہ اثر انھیں سود مند نہیں۔

جواب 2:

اس اثر میں قراءۃ کی صرف اجازت واختیار کا ذکر ہے اور فریق مخالف اسے واجب سمجھتا ہے۔

جواب 3:

قراءۃ خلف الامام کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہی بھی ثابت ہے {کمامر} اور یہاں فاتحہ ومازاد علی الفاتحہ کی اجازت بھی ثابت ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ حکم آپ منفرد کو دینا چاہتے تھے، راوی سے غلطی ہوئی کہ اسے مقتدی کے حق میں نقل کر دیا۔

غیر مقلدین کے چند شبہات کے جوابات

شبہ نمبر 1:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے ملاجیون الحنفی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ اس آیت "فاقرءوا ما تیسر من القرآن "۔{سورۃ مزمل:20} کے عموم سے مقتدی پر قراءت واجب ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"اس آیت کے بارے میں ملاجیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

فا ن الاول بعمومہ یو جب القراۃ علی المقتدی ۔

پس بے شک پہلی آیت (آیت مذکورہ بالا) اپنے عموم کے ساتھ مقتدی پر قراءت واجب کرتی ہے۔"

(فاتحہ خلف الامام از زبیر علی زئی: ص:32)

جواب:

اولاً۔۔۔وَإذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ والی آیت اور اس کے تحت تفاسیر صحیحہ، احادیث مبارکہ، فقہاء کرام خصوصاً فقہاء احناف اور اجماع امت سے واضح ہوا ہے کہ مقتدی کو قراءۃ خلف الامام سے منع کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً۔۔۔فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کا شان نزول نماز تہجد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

قَالَ فِي الْمُزَّمِّلِ (قُمِ اللَّيْلَ إِلاَّ قَلِيلاً نِصْفَهُ) نَسَخَتْهَا الآيَةُ الَّتِى فِيهَا (عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) وَنَاشِئَةُ اللَّيْلِ أَوَّلُهُ وَكَانَتْ صَلاَتُهُمْ لأَوَّلِ اللَّيْلِ يَقُولُ هُوَ أَجْدَرُ أَنْ تُحْصُوا مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

(سنن ابی داود ج:1 ص192 باب نَسْخِ قِيَامِ اللَّيْلِ وَالتَّيْسِيرِ فِيهِ، اعلام الموقعین لابن القیم ج:2 ص327، نیل الاوطار للشوکانی ص:243)

اور نماز تہجد اکیلے پڑھی جاتی ہے، جماعت کے ساتھ نہیں، لہذا فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ سے مقتدی پر قراءت واجب کرنا باطل ومردود ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔ملاجیون رحمہ اللہ م:1130ھ حنفی مقلد ہیں مطلق مجتہد نہیں۔ یہ شیخ ملاجیون رحمہ اللہ کا ذاتی تفرد، سہو یا وہم ہے جو تفاسیر صحیحہ، احادیث مبارکہ، فقہاء کرام خصوصا فقہاء احناف کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

شبہ نمبر2:

فاتحہ قراءۃ نہیں، بلکہ قراءۃ فاتحہ کے بعد والی سورتوں کی ہوتی ہے۔ لہذا فاتحہ پڑھنے سے ان احادیث کی مخالفت لازم نہیں آتی جن میں قراءت سے منع کیا گیا ہے۔

جواب:

فاتحہ قراءت ہے، احادیث ملاحظہ ہوں:

1:عن أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً ۔۔۔فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ۔

(صحیح البخاری ج1ص103 باب بَاب مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ)

غیر مقلدین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ لہذا یہاں فاتحہ ہی کو قراءت کہا گیا ہے۔ اگر غیر مقلد اس پر مصر ہوں کہ فاتحہ کے بعد والی سورت ہی قراءت ہے تو انھیں چاہیے کہ فاتحہ ختم کر کے تکبیر کہیں، پھر اللہم باعد والی دعا پڑھیں۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ نے بَاب وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ قائم فرمایا ہے اور اس کے تحت لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی حدیث ذکر کی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں فاتحہ قراءت ہے۔

3: عن أنس قال : كان النبي صلى الله عليه و سلم وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما يستفتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين۔

(سنن النسائی ج1ص143 باب البداءۃ بفاتحۃ الکتاب قبل السورۃ)

4: عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلاة بالتكبير والقراءة بالحمد لله رب العالمين۔

(صحیح مسلم ج1ص194 باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر)

شبہ نمبر3:

فاتحہ قرآن نہیں ہے۔ دلیل آیت: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ (الحجر:87)[ہم نے آپ کو سبع مثانی یعنی سورۃ فاتحہ اور قرآن عظیم عطاء کیا] غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے فاتحہ اور قرآن دونوں الگ الگ ہیں۔ لہذا قرآن کی قراءۃ کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے نہ کہ فاتحہ کی قراءت کے وقت۔

جواب1:

اگر فاتحہ کو قرآن نہ مانا جائے تو قرآن کی سورتوں کی تعداد 114 نہیں رہے بلکہ 113 ہو جائے گی۔

حالانکہ قرآن کی 114 سورتیں ہونے پر اجماع ہے۔

1: امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ م794ھ لکھتے ہیں:

واعلم أن عدد سور القرآن العظيم باتفاق أهل الحل والعقد مائة وأربع عشرة سورة كما هي في المصحف العثماني أولها الفاتحة وآخرها الناس۔

(البرھان فی علوم القرآن ص251)

محمد رضوان عزیز

2:امام سیوطی رحمہ اللہ م911ھ لکھتے ہیں:

أما سوره فمائة وأربع عشرة سورة بإجماع من يعتد به ،{الاتقان فی علوم القرآن ج1ص64}

3:علامہ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: أَجمعوا على أنَّ القُرآنَ : مِئَةٌ وأربَعَ عَشرَةَ سُورَةً(مقدمۃ التفسیر ص2)

اگر فاتحہ کو قرآن کی سورۃ شمار نہ کیا جائے تو اجماع کی مخالفت لازم آئیگی۔

جواب2:

سبعاً من المثانی {سورہ فاتحہ} قرآن مجید میں داخل تھی لیکن اسے علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کی عظمت وشان اجاگر ہو جائے یہی اسلوب قرآن کریم میں دیگر مقامات پر ہے مثلاً:

قال تعالى : تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ {القدر :4}

یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ میں داخل تھے لیکن انہیں علیحدہ ذکر صرف مرتبہ ومقام بتانے کے لیے کیا۔

شبہ نمبر4:

اگر امام کا قرآن پڑھنا مقتدیوں کے لئے کافی ہے اور مقتدیوں کو قراءۃ منع ہے، تو پھر تشہد میں " رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ" امام بھی پڑھتا ہے اور مقتدی بھی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو قرآن ہے؟

جواب :

تشہد میں" رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ"پڑھنے کی دو حیثیتیں ہیں :

{1} یہ قرآن ہے۔

{2} یہ دعا ہے۔

امام ومقتدی" رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ "دعا ہونے کی حیثیت سے پڑھتے ہیں، نہ کہ قرآن وقراءۃ ہونے کی حیثیت سے۔

شبہ نمبر5:

امام کی قراءت کے وقت اگر خاموش رہنا اور امام کی قراءۃ کو غور سے سننا ضروری ہے، تو آپ لوگ فجر کی جماعت کے وقت سنتیں کیوں پڑھتے ہیں؟ اس وقت بھی تو امام کی قراءۃ ہو رہی ہوتی ہے اور آپ لوگ سن رہے ہوتے ہیں۔

جواب:

امام کی قرءۃ کے وقت خاموش رہنا اور غور سے سننا ان نمازیوں کے لئے ضروری ہے جو اس امام کی قتداء میں نماز پڑھ رہے ہوں، ہر نمازی کے لئے ضروری نہیں۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ چنانچہ امام عبد اللہ بن احمد نسفی م710ھ فرماتے ہیں:

"وجمهور الصحا بة على انه فى استماع المؤ تم "۔{مدارک التنزیل للنسفی ج1ص458}

باقی رہا فجر کی سنتیں پڑھنے والا نمازی، تو وہ امام کی اقتداء نہیں کر رہا ہوتا۔

شبہ نمبر6:

فاتحہ دعا ہے۔جب نمازی فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے، لیکن آپ لوگوں کا امام تو فاتحہ پڑھتا ہے مقتدی نہیں پڑھتے۔ان کی نماز اس دعا اور مناجات سے خالی ہوتی ہے ؟

جواب:

قاعدہ ہے کہ انسان انفراداً انفراداً کسی کی خدمت میں حاضر ہوں تو اپنا مدعا انفراداً بیان کرتے ہیں اور جب وفد کی صورت میں کسی کی خدمت میں اپنا مدعا بیان کریں تو ایک کو اپنا نمائندہ بنا دیتے ہیں۔وہی نمائندہ عرض و معروض کرتا ہے۔بعینہ اسی طرح جب نمازی الگ الگ نماز پڑھتے ہیں تو ہر ایک فاتحہ پڑھتا ہے اور جب جماعت سے پڑھتے ہیں تو ایک کو نمائندہ (امام) بنا دیتے ہیں۔اس کا عرض و معروض کرنا {فاتحہ پڑھنا} سب کی نمائندگی کرتا ہے۔اس لئے ہر ایک کو علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔